# عید الاضحیٰ کی قربانیاں

## کیا غیر حاجیوں کے لئے بھی قربانی ضروری ہے؟

## کیا قربانی کی جگہ غرباء میں نقد روپیہ تقسیم کرنا جائز نہیں؟

ایک معزز دوست جو جماعت احمدیہ میں شامل نہیں ہیں، خط کے ذریعہ دریافت فرماتے ہیں کہ آج کل اخباروں میں جو عید الاضحیٰ کے موقعہ پر قربانی کا مسئلہ زیر بحث ہے، اس میں صحیح اسلامی تعلیم کیا ہے اور قرآن شریف اور حدیث اور سنت سے کون سا مسلک درست ثابت ہوتا ہے یعنی:۔

(۱) کیا عید الاضحیٰ کے موقعہ پر قربانی صرف حاجیوں کے لئے مقرر ہے یا کہ اسے مستطیع غیر حاجیوں کے واسطے بھی ضروری قرار دیا گیا ہے؟

(۲) کیا موجودہ زمانہ کے حالات کے لحاظ سے یہ مناسب نہیں کہ قربانی میں لاتعداد جانوروں کو ذبح کر دینے کی بجائے غرباء کی نقد امداد کر دی جائے؟

یہ وہ دو سوال ہیں جن کی طرف ہمارے دوست نے توجہ دلائی ہے اور جن پر آج کل جبکہ عید الاضحیٰ کی آمد آمد ہے، پاکستان کے اخباروں میں خوب بحث ہو رہی ہے۔ ایک طبقہ جو زیادہ تر نو تعلیم یافتہ لوگوں پر مشتمل ہے اس بات پر زور دے رہا ہے کہ اوّل تو غیر حاجیوں پر عید الاضحیٰ کی قربانی واجب ہی نہیں بلکہ قربانی صرف حاجیوں کے لئے مقرر ہے اور اگر بالفرض غیر حاجیوں پر قربانی واجب بھی ہو تو پھر بھی آج کل کے مخصوص حالات میں جبکہ ایک طرف پاکستان میں جانوروں کی کمی ہو رہی ہے اور دوسری طرف انسانی ضروریات میں زیادہ وسعت اور زیادہ تنوع کی صورت پیدا ہو گئی ہے۔ دو تین دنوں میں بے شمار جانور ذبح کر کے بانٹ دینے کی بجائے بہتر صورت یہ ہے کہ ذی استطاعت لوگ غریبوں میں روپیہ تقسیم کر دیں تا کہ وہ یہ روپیہ اپنی اپنی مخصوص ضرورت کے مطابق استعمال کر کے زیادہ فائدہ اٹھا سکیں۔ دوسری طرف دوسرا طبقہ اس بات پر مصر ہے کہ جو سنت آج سے چار ہزار سال قبل حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خدا کے حکم سے قائم کی اور پھر اسے اسلام میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے نئے سرے سے زندہ کر کے اسلامی تعلیم کا ایک ضروری حصہ بنایا اور اس پر زندگی بھر عمل کیا

اور کرایا وہ بہر حال قائم رہنی چاہئے اور جانوروں کی کمی یا مزعومہ کمی دوسرے ذرائع سے پوری کی جائے وغیرہ وغیرہ۔

اس مسئلہ کے متعلق صحیح اسلامی تعلیم بتانے سے قبل ضروری معلوم ہوتا ہے کہ مختصر الفاظ میں یہ بتادیا جائے کہ عید الاضحیٰ کس چیز کا نام ہے اور وہ اسلام میں کس طرح شروع ہوئی اور اس کی غرض وغایت اور حکمت کیا ہے وغیرہ وغیرہ تا کہ اس سوال کا پس منظر واضح ہو جائے کیونکہ پس منظر کے بغیر کسی چیز کا صحیح تصور قائم نہیں کیا جا سکتا۔ سو جاننا چاہئے کہ:-

(۱) عید کے معنے ایسی اجتماعی خوشی کے دن کے ہیں جو بار بار آئے اور اسلام میں تین عیدیں مقرر کی گئی ہیں۔ ایک جمعہ کی عید ہے جو سات دن کی نمازوں کے بعد آتی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے ماتحت ساری عیدوں میں سب سے زیادہ اہم اور برکت والی عید ہے۔ گو تھوڑے وقفہ پر آنے کی وجہ سے لوگ عموماً اس کی قدر کو نہیں پہچانتے۔ دوسرے عید الفطر ہے جو ہر سال رمضان کی تمیں روزہ عبادت کے بعد آتی ہے اور اس کا نام عید الفطر اس واسطے رکھا گیا ہے کہ رمضان کے روزوں کے بعد گویا اس عید کے ذریعہ مومنوں کی افطاری ہوتی ہے اور تیسرے عید الاضحیٰ ہے جو ذوالحجہ مہینہ کی دسویں تاریخ کو حج کی عبادت کے اختتام پر (جو نو تاریخ کو ہوتا ہے) آتی ہے اور پاکستان میں یہ عید عرف عام میں بقر عید کہلاتی ہے اور بعض لوگ اسے بڑی عید بھی کہتے ہے۔

(۲) عید الاضحیٰ کا نام عید الاضحیٰ اس واسطے رکھا گیا ہے حدیث میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے اسی وجہ سے اس نام سے یاد فرمایا ہے کہ یہ قربانیوں کی عید ہے کیونکہ اضحٰی کا لفظ عربی زبان میں اضحاۃ یا اضحیہ کی جمع ہے جس کے معنے قربانی کے جانور کے ہیں اور اس دن کا دوسرا نام اسلامی اصطلاح میں یوم النحر بھی ہے جس کے معنے قربانی والے دن کے ہیں اور یہ دونوں نام خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے استعمال فرمائے ہیں اور حدیث میں کثرت کے ساتھ آتے ہیں۔ اور حدیث کی کوئی کتاب بھی ان ناموں کے ذکر سے خالی نہیں بلکہ حق یہ ہے کہ ان ناموں کے سوا اس دن کے لئے حدیث میں کوئی اور نام استعمال ہوا ہی نہیں۔ اس تعلق میں یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ حج والی قربانیوں کے لئے قرآن شریف اور حدیث میں ھـــــدی کا لفظ استعمال ہوا ہے نہ کہ اضحٰی کا لفظ جو عید الاضحیٰ کی قربانیوں کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔

(۳) جیسا کہ صحیح روایات سے ثابت ہے عید الاضحٰی ہجرت کے بعد دوسرے سال میں شروع ہوئی (زرقانی و تاریخ الخمیس) اور اس طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں گویا نو دس ''بڑی عیدیں'' آئیں۔ اس کے مقابل پر حج آپ نے صرف ایک دفعہ کیا ہے اور یہ وہی حج ہے جو

حجۃ الوداع کہلاتا ہے۔ یہ حج آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے دسویں سال میں ادا فرمایا۔ (طبری وفتح الباری شرح بخاری) اور اس کے صرف اڑھائی ماہ بعد آپ وفات پا گئے۔

(۴) قرآن شریف نے صراحت فرمائی ہے کہ حج کی عبادت کا آغاز حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں ہوا (سورۃ حج رکوع نمبر ۴) جنہوں نے خدائی حکم سے اپنے پلو ٹھے فرزند حضرت اسمٰعیل کو مکہ کی بے آب وگیاہ وادی میں لاکر آباد کیا۔ جہاں زندگی کے بقا کا کوئی سامان نہیں تھا اور حقیقۃً یہی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس خواب کی تعبیر تھی جس میں آپ نے دیکھا کہ میں اپنے بچے کو ذبح کر رہا ہوں۔ اس موقعہ پر خدا نے بچے کی قربانی کی جگہ ظاہر میں جانور کی قربانی مقرر فرمائی مگر حقیقت کی رو سے انسان کی قربانی بھی برقرار رہی۔ یہ گویا پہلا انسانی وقف تھا جو خدا کی راہ میں پیش کیا گیا تاکہ خدا تعالیٰ حضرت اسمٰعیل کو اس ''موت'' کے بعد ایک نئی زندگی دے کر اس درخت کی تخم ریزی کرے جس سے بالآخر عالمگیر شریعت کے حامل سید ولد آدم فخر انبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وجود باجود پیدا ہونے والا تھا۔ حج میں قربانی کی رسم اسی اسمٰعیلی قربانی کی ایک ظاہری علامت ہے تاکہ اس کے ذریعہ اس بے نظیر قربانی کی یاد زندہ رکھی جا سکے۔ جس کے شجرہ طیبہ نے مکہ کی بظاہر بے ثمر وادی میں وہ عدیم المثال ثمر پیدا کیا جس کے دم سے دنیا میں روحانیت زندہ ہوئی زندہ ہے اور ہمیشہ زندہ رہے گی۔ اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے:

انا ابن الذبیحین [2]

''یعنی میں دو ذبح ہونے والی ہستیوں کا فرزند ہوں'' ایک اسمٰعیل کا جسم جو گویا مکہ کی بے آب وگیاہ وادی میں آباد کر کے عملاً ذبح کر دیا گیا اور دوسرے اسمٰعیل کی روح جو خدا کے حضور وقف علی الدین کے ذریعہ قربان ہوئی۔

عید الاضحیٰ کی قربانیاں اسی مقدس قربانی کی یادگار ہیں مگر اس زمانہ کے روحانی تنزل اور مادی عروج پر انسان کیا آنسو بہائے کہ اس عظیم الشان قربانی کی یاد کو زندہ رکھنا تو درکنار آج اکثر مسلمان عید الاضحیٰ کا نام تک فراموش کر چکے ہیں۔ چنانچہ جسے دیکھو عید الاضحیٰ (قربانیوں کی عید) کی بجائے جو اس عید کا اصل نام ہے عید الضحیٰ (صبح کے وقت کی عید) کہتا ہوا سنائی دیتا ہے اور اس افسوسناک غلطی سے اچھے پڑھے لکھے لوگ حتیٰ کہ اخباروں کے نامہ نگار اور کئی ایڈیٹر صاحبان بھی مستثنیٰ نہیں۔ بھلا جو لوگ اپنی قربانیوں والی عید کے نام سے ''قربانی'' کا لفظ تک حذف کر کے اسے وقفِ طاقِ نسیاں کر چکے ہوں وہ اس کی قربانی کی عبادت کو کس طرح یاد رکھ سکتے ہیں۔ حالانکہ جیسا کہ میں نے اوپر بیان کیا ہے۔ یہ نام خود ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا رکھا ہوا ہے۔

(۵) یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے (گو شائد اکثر لوگ اسے نہیں جانتے) کہ عید اضحیٰ کی نماز صرف غیر حاجیوں کے لئے مقرر ہے اور حاجیوں کے لئے مقرر نہیں اور نہ یہ نماز حج میں ادا کی جاتی ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ حج خود اپنے اندر ایک بھاری عید ہے کیونکہ اس میں عید کے چاروں عناصر بدرجہ اتم پائے جاتے ہیں۔یعنی (الف) عبادت (ب) مومنوں کا اجتماع (ج) خوشی اور (د) عود یعنی اس دن کا بار بار لوٹ کر آنا۔اس لئے شریعت نے عید اضحیٰ کی نماز صرف غیر حاجی مقیم لوگوں کے واسطے رکھی ہے تا کہ جہاں ایک طرف حج کے ایام میں حاجی لوگ حج کی عید منا رہے ہوں وہاں غیر حاجی جنہیں کسی مجبوری کی وجہ سے حج کی توفیق نہیں مل سکی وہ اکناف عالم میں اپنی اپنی جگہ پر عید کر کے اس عظیم الشان قربانی کی یاد کو تازہ رکھیں جس کا حضرت اسمٰعیلؑ کے وجود میں آغاز ہوا اور پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وجود باجود میں وہ اپنے معراج کو پہنچی۔پس حدیث میں جہاں کہیں بھی عید اضحیٰ کی نماز کے تعلق میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپؐ کے صحابہؓ کی قربانی کا ذکر آتا ہے وہ لازماً غیر حاجیوں کی قربانی سمجھی جائے گی۔عید اضحیٰ کی قربانی کے عقبی منظر میں اوپر کی پانچ باتیں اتنی نمایاں اور واضح ہیں اور ان کی تائید میں ایسے روشن اور قطعی ثبوت موجود ہیں کہ کوئی شخص جو اسلامی تعلیم سے تھوڑی بہت واقفیت بھی رکھتا ہو وہ خواہ کسی فرقہ کا ہو ان کے انکار کی جرأت نہیں کر سکتا اور اسی لئے میں نے ان باتوں کی تائید میں حوالے اور شواہد پیش کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی لیکن اگر کوئی شخص انکار کرے تو ان پانچ باتوں میں سے ہر بات کے متعلق یقینی اور نا قابل تردید ثبوت پیش کئے جا سکتے ہیں۔

اس کے بعد میں اصل سوال کو لیتا ہوں۔پہلا سوال یہ ہے کہ کیا عید اضحیٰ کے موقعہ پر غیر حاجیوں کے لئے بھی قربانی واجب ہے؟ اور اگر واجب ہے تو اس کا ثبوت کیا ہے؟ اس کے جواب میں پہلی بات تو یہ یاد رکھنی چاہیے کہ اگر واجب یا ضروری کا سوال ہو۔تو غیر حاجی تو درکنار حاجیوں پر بھی قربانی ہر صورت میں واجب نہیں ہے بلکہ اس کے لئے شریعت نے بعض خاص شرطیں لگائی ہیں۔مثلاً خالی حج کرنے والے پر (جو اصطلاحاً افراد کہلاتا ہے) قربانی واجب نہیں بلکہ صرف اس صورت میں واجب ہے کہ وہ حج اور عمرہ کو ایک ہی وقت میں جمع کرنے والا ہو۔جسے اسلامی اصطلاح میں تمتع یا قران کہتے ہیں یا وہ ایسے حاجی پر واجب ہے جو حج کی نیت سے نکلے مگر پھر حج کی تکمیل سے پہلے کسی مجبوری کی بناء پر حج ادا کرنے سے محروم ہو جائے اور دوسری شرط یہ ہے کہ وہ مالی لحاظ سے قربانی کی طاقت رکھتا ہو ورنہ وہ قربانی کی بجائے روزہ کا کفارہ پیش کر سکتا ہے۔پس جب ہر حالت میں حاجیوں کے لئے بھی قربانی فرض نہیں تو یہ کس طرح دعویٰ کیا جا سکتا ہے کہ غیر حاجیوں کے لئے وہ فرض یا واجب ہے؟

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ بے شک قربانی کی طاقت نہ رکھنے والے غیر مستطیع لوگوں کے لئے قربانی واجب نہ سہی مگر کیا وہ ایسی طاقت رکھنے والے مستطیع لوگوں کے لئے واجب ہے جو غیر حاجی ہوں؟ اس کے جواب میں اچھی طرح یاد رکھنا چاہئے کہ گو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرض، واجب سنت وغیرہ کی فقہی اصطلاحیں استعمال نہیں کیں مگر صحیح احادیث سے یہ ضرور ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیشہ عید اضحیٰ کے موقعہ پر ہر قربانی کی اور اپنے صحابہؓ کو بھی اس کی تاکید فرمائی۔ چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ

عن ابی عمرؓ قال قام رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و سلم بالمدینۃ عشر سنین یضحی[23]

''یعنی حضرت عبداللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد مدینہ میں دس سال گزارے اور آپؐ نے ہمیشہ عید اضحیٰ کے موقعہ پر قربانی کی۔''

بلکہ آپؐ کو عید اضحیٰ کی قربانی کا اس قدر خیال تھا کہ آپؐ نے وفات سے قبل اپنے داماد اور چچا زاد بھائی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو وصیت فرمائی کہ میرے بعد بھی میری طرف سے عید اضحیٰ کے موقعہ پر قربانی کرتے رہنا۔ چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ:-

عن حنش قال رایت علیا رضی اللّٰہ عنہ یضحی بکبشین فقلت لہ ماھذا قال ان رسول صلی اللّٰہ علیہ وسلم اوصانی ان اضحی عنہ فانا اضحی عنہ[24]

''یعنی حنش روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؓ کو دیکھا کہ وہ عید اضحیٰ کے موقعہ پر دو دنبے قربان کر رہے تھے۔ میں نے ان سے پوچھا کہ یہ دو دنبوں کی قربانی کیسی ہے؟ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت فرمائی تھی کہ میں آپؐ کی طرف سے (آپؐ کی وفات کے بعد) قربانی کرتا رہوں۔ سو میں آپؐ کی طرف سے قربانی کرتا ہوں'' اور عید اضحیٰ کے دن قربانی کرنا آپؐ کا ذاتی فعل ہی نہیں تھا بلکہ آپؐ اپنے صحابہؓ کو بھی اس کی تحریک فرماتے تھے۔ چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ:-

عن البراءؓ قال خطبنا النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم یوم النحر فقال ان اول ما نبدا ء بہ فی یومنا ھذا ان نصلی ثم نرجع فنحر فمن

فعل ذالک فقد اصاب سنتنا

''یعنی حضرت براءؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں عیداضحیٰ کے دن خطبہ دیا اوراس میں فرمایا کہ اس دن پہلا کام یہ کرنا چاہئے کہ انسان عید کی نماز ادا کرے اورپھر اس کے بعد قربانی دے۔سوجس نے ایسا کیا۔ اس نے ہماری سنت کو پالیا۔''

اوپر کی حدیث میں ایک طرح سے سنت کا لفظ بھی آ گیا ہے اور چونکہ یہ اصطلاحی طور پر استعمال نہیں ہوا۔اسی لئے اس سے وجوب کا پہلو بھی مراد ہوسکتا ہے اور ایک دوسرے موقعہ پر آپؐ نے فرمایا کہ:

من وجد سعة ولم یضح فلا یقربن مصلانا۔

''یعنی جس شخص کو مالی لحاظ سے توفیق ہواورپھر بھی وہ عیداضحیٰ کے موقعہ پرقربانی نہ کرے۔اس کا کیا کام ہے کہ ہماری عیدگاہ میں آکرنماز میں شامل ہو۔؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد جس تاکید کا حامل ہے۔وہ کسی تشریح کی محتاج نہیں اور جیساکہ آنحضرت صلعم کے ہردوسرے ارشادکومقبولیت کی برکت حاصل ہوئی۔اسی طرح اس ارشادکو بھی صحابہ کرامؓ نے اپناترجمان بنایا۔چنانچہ حدیث میں لکھا ہے کہ:۔

عن جبلة ابن سیحم ان رجلاً سال ابن عمر عن الاضحیة اواجبة ھی فقال ضحٰی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم والمسلمون فاعادھا علیه فقال اتعقل ضحٰی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم والمسلمون۔

''یعنی جبلہ ابن سیحم روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے دریافت کیا کہ کیا عیداضحٰی کی قربانی واجب ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلعم خودبھی قربانی کرتے تھے اورآپؐ کی اتباع میں صحابہؓ بھی کرتے تھے۔اس شخص نے اپنے سوال کو پھر دہرایا اورکہا کیا قربانی واجب ہے؟ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا۔کیا تم میری بات سمجھ نہیں سکتے۔میں کہتا ہوں کہ رسول اللہ صلعم خودبھی قربانی کیا کرتے تھے اورآپؐ کے ساتھ دوسرے مسلمان بھی۔''

آنحضرت صلعم کا یہ کام صرف شوق کی خاطر یا دوستوں اور غریبوں کو گوشت کھلانے کی غرض سے نہیں تھا بلکہ آپ اسے ایک دینی کام سمجھتے اور بھاری ثواب کا موجب خیال فرماتے تھے۔ چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ:

"عن زید بن ارقمؓ قال اصحاب رسول اللّٰہ صلعم یا رسول اللّٰہ ما ھذا الا ضاحی قال سنة ابیکم ابراھیم۔ قالو فی لنا فیھا یا رسول اللّٰہ قال بکل شعرة حسنة۔[۲۹]

"یعنی زید بن ارقمؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ نے آپؐ سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ یہ عید الاضحیٰ کی قربانیاں کیسی ہیں؟ آپؐ نے فرمایا۔ تمہارے جد امجد ابراہیمؑ کی جاری کی ہوئی سنت ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ پھر ہمارے لئے اس میں کیا فائدہ کی بات ہے؟ آپؐ نے فرمایا۔ قربانی کے جانور کے جسم کا ہر بال قربانی کرنے والے کے لئے ایک نیکی ہے۔ جو اسے خدا سے اجر پانے کا مستحق بنائے گی۔"

اور ایک اور موقعہ پر آپؐ نے نہ صرف اپنی طرف سے قربانی کی بلکہ تحریک اور تاکید کی غرض سے اپنی امت کی طرف سے بھی قربانی دی۔ چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ:۔

"عن عائشةؓ ان رسول اللّٰہ صلعم امر بکبش ثم نجعلہ ثم قال بسم اللّٰہ اللّٰھم تقبل من محمد و ال محمد و من امة محمد۔[۳۰]

"یعنی حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ ایک عید کے موقعہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دنبہ منگوایا۔ پھر اسے خود اپنے ہاتھ سے ذبح کیا اور ذبح کرتے ہوئے کہا کہ میں یہ دنبہ خدا کے نام کے ساتھ ذبح کرتا ہوں اور پھر دعا فرمائی کہ اے میرے خدا اس قربانی کو تو محمد (صلعم) کی طرف سے اور محمد (صلعم) کی آل کی طرف سے اور محمد (صلعم) کی ساری امت کی طرف سے قبول فرما۔"

کیا ان واضح اور قطعی روایتوں کے ہوتے ہوئے جو صرف نمونہ کے طور پر لی گئی ہیں کوئی سچا اور واقف کار مسلمان اس بات کے کہنے کی جرأت کر سکتا ہے کہ قربانی صرف حاجیوں کے لئے ہے اور غیر حاجیوں کے لئے عید اضحی کے موقعہ پر کوئی قربانی مقرر نہیں۔ بے شک یہ درست ہے۔ قربانی صرف طاقت رکھنے والے لوگوں پر واجب ہے اور بعض احادیث سے یہ بھی پتہ لگتا ہے کہ اگر سارے گھر کی طرف سے ایک مستطیع شخص قربانی کر دے تو یہ قربانی سب کی طرف سے سمجھی جا سکتی ہے۔ مگر بہر حال

عید اضحی کے موقعہ پر حسب توفیق قربانی کرنا ہمارے رسول (فداہ نفسی) کی ایک مبارک سنت ہے۔ جس کے متعلق ہمارے آقا نے تاکید فرمائی اور اسے بھاری ثواب کا موجب قرار دیا ہے۔

اس موقعہ پر بعض لوگ یہ سوال اٹھایا کرتے ہیں کہ بیشک حدیثوں میں عید اضحی کی قربانی کا ثبوت ملتا ہے۔لیکن چونکہ قرآن شریف میں اس کا کوئی ذکر نہیں اس لئے ایک زائد قسم کی بات سمجھی جائے گی۔ جسے زمانہ کے حالات کے ماتحت ترک کیا جا سکتا ہے۔مگر یہ نظریہ بالکل باطل اور اباحت اور زندیقی رجحانات سے مامور ہے۔کیا قرآن شریف نے یہ نہیں فرمایا کہ:

لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

''یعنی اے مسلمانو! تمہارے لئے رسول خدا کی سنت میں ایک بہترین نمونہ ہے۔ جسے تمہیں اپنی زندگیوں کے لئے مشعل راہ بنانا چاہئے۔''

اور دوسری جگہ فرماتا ہے اور بار بار کثرت کے ساتھ فرماتا ہے کہ:۔

أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

''یعنی اے مسلمانو خدا کی اطاعت کرو اور اس کے ساتھ ساتھ رسول کی اطاعت بھی کرو۔

اب اگر خدا کی اطاعت (یعنی دوسرے الفاظ میں قرآنی وحی پر ہی) سارے اسلامی احکام کا خاتمہ ہو گیا تھا تو پھر قرآن شریف کو ان الفاظ کے زیادہ کرنے کی کیا ضرورت تھی کہ أَطِيعُوا الرَّسُولَ (یعنی رسول کی بھی اطاعت کرو) حق یہی ہے کہ چونکہ قرآنی وحی میں اختصار کی غرض سے کئی جگہ اجمال کا رنگ ہے اور ہر شخص اجمالی احکام کو سمجھنے کی اہلیت نہیں رکھتا۔اس لئے خدا تعالیٰ نے کمال حکمت سے رسول کی اطاعت کو بھی شریعت کا حصہ قرار دیا ہے تاکہ شریعت میں کوئی پہلو عدم تکمیل کا باقی نہ رہے اور نہ کوئی شخص جھوٹے عذر بنا کر شریعت کے حکموں کو ٹال سکے۔پس اگر ایک بات قطعی شہادت کے ذریعہ اور حدیث سے ثابت ہو جائے تو وہ ہمیں بہر حال قبول کرنی ہوگی اور میں اس شخص کی جرأت کو یقیناً بے دینی کا مظاہرہ خیال کرتا ہوں جو محمد صلعم جیسے رسول کی اُمت میں ہو کر پھر یہ کہتا ہے کہ میں محمدؐ کی بات نہیں مانتا۔وہ اپنی بیوی اور اپنے بچوں اور اپنے دوستوں کی تو روزانہ سینکڑوں باتیں مانتا ہے مگر جب افضل الرسل محمد رسول اللہ صلعم کی بات بیان کی جائے تو کہتا ہے یہ نہیں بلکہ کوئی قرآنی آیت پیش کرو۔

هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ لِمَا تُوعَدُونَ

لیکن حق یہ ہے کہ قرآن شریف بھی اس مسئلہ میں خاموش نہیں بلکہ اس نے بھی اپنے طریق کے

مطابق قربانیوں کے مسئلہ پر اصولی روشنی ڈالی ہے چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ:۔

اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ۝ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ۝

''یعنی اے رسول ہم نے تجھے اسلام کے ذریعہ ایک وسیع اور کامل نعمت عطا کی ہے۔ اب تجھے اس نعمت کو قائم رکھنے کے لئے چاہئیے کہ خدا کی نماز ادا کر اور اس کے رستہ میں قربانی دے اس کے نتیجہ میں دین و دنیا کی نعمتیں تیری طرف سمٹی آئیں گی اور تیرا دشمن خیر و برکت سے محروم رہے گا۔''

یہ آیت بلکہ یہ سورۃ ( کیونکہ یہی ساری سورۃ ہے ) مکہ کے آخری زمانہ میں یا مدینہ کے شروع زمانہ میں نازل ہوئی تھی جب کہ ابھی تک کعبہ کفار کے قبضہ میں تھا اور حج بھی ابھی فرض نہیں ہوا تھا۔ اس لئے اس جگہ نحر یعنی قربانی کے لفظ میں حج کی قربانی مراد نہیں سمجھی جائے گی۔ بلکہ عام قربانی مراد سمجھی جائے گی۔ جس کا سب سے بڑا اور سب سے زیادہ وسیع موقع عیدالضحٰی کے ایام ہیں اور میں بتا چکا ہوں کہ عیدالضحٰی کا دوسرا نام یوم النحر بھی ہے۔ اس کے علاوہ دوسری جگہ حج کے احکام کی ضمن میں قرآن شریف فرماتا ہے کہ:

فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۚ

''یعنی اے مسلمانو اگر تم کسی مجبوری کے نتیجہ میں حج سے روک دیئے جاؤ تو تمہیں چاہئے کہ اس کے کفارہ کے طور پر خدا کے رستہ میں قربانی کرو۔''

اب بے شک یہ آیت نظام قربانیوں کے متعلق ہے جو حج کے ارادہ سے نکلیں اور پھر رستہ میں کسی مجبوری ( مثلاً بیماری یا دشمن کے روکنے یا زادِ راہ کے ضائع جانے وغیرہ ) کی وجہ سے حج کی تکمیل سے روک دیئے جائیں مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی انتہا درجہ نکتہ رس طبیعت نے غالباً اس قرآنی آیت میں بھی یہ اشارہ سمجھا کہ ہر سچے مسلمان کے دل میں طبعاً حج کی خواہش ہوتی ہے اور اگر وہ کسی مجبوری کی وجہ سے حج کے لئے نہیں جا سکتا تو ایک طرح اس کا معاملہ بھی گویا اس آیت کے نیچے آجاتا ہے جس میں یہ بتایا گیا ہے کہ اگر تم حج سے روک دیئے جاؤ تو قربانی دو۔ پس اگر غور کیا جائے تو اس آیت سے بھی عیدالضحٰی کی قربانی کا استدلال ہوتا ہے اور اغلب یہ ہے کہ جس طرح مثلاً! نماز کے اجمالی حکم سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ نمازوں کے وقتوں کی تعین فرما کر ان کا حکم دیا۔ اسی طرح آپ نے حج سے روکے جانے کی صورت میں قربانی دینے کے حکم سے بھی یہ استدلال فرمایا ہوگا کہ ہر وہ مسلمان جو کسی مجبوری کی وجہ سے حج کو نہیں جا سکتا۔ وہ گویا بالمعنی اُحْصِرْتُمْ کے مفہوم میں آجاتا ہے اور اگر وہ قربانی کی طاقت رکھتا ہے ( کیونکہ طاقت کا ہونا بہر حال لازمی شرط ہے ) تو اسے چاہئیے کہ

قربانی دے کر نہ صرف حضرت اسمٰعیل کی قربانی کی یاد کو زندہ رکھے بلکہ حج کی محرومی کا کفارہ بھی دے۔ بہر حال ایک طرف قرآن شریف میں فصل لربک وانحر (نماز کو قائم کرا ور قربانی دے) کا حکم نازل ہونا اور دوسری طرف یہ قرآنی ارشاد کہ ”جب تم حج سے روکے جاؤ تو قربانی دو“ اس بات کی طرف قطعی اشارہ کر رہے ہیں کہ قربانی کے حکم کی اصل بنیاد قرآن مجید پر ہی قائم ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشادات بھی دراصل اسی قرآنی حکم کی فرع ہیں۔

اب رہا یہ سوال کہ آیا عیداضحیٰ کی قربانی فرض ہے یا کہ واجب یا سنت وغیرہ؟ سو گو غیر اصطلاحی طور پر سنت کا لفظ اوپر کی حدیثوں میں آچکا ہے مگر بہر حال یہ فقہاء کی اصطلاحیں ہیں جن میں ہمیں جانے کی چنداں ضرورت نہیں۔ ہمارے لئے صرف اس قدر جاننا کافی ہے کہ قربانی کے حکم کی بنیاد قرآن نے قائم فرمائی اور پھر اس بنیاد کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور اقوال وارشادات نے مستحکم کیا اور آنحضرت صلعم نے اسے بھاری ثواب کا موجب قرار دیا۔ لیکن اگر کسی صاحب نے ائمہ فقہ کا مذہب اور ان کی اصطلاح میں بھی اس مسئلہ کا مطالعہ کرنا ہو تو اس کے لئے ذیل کے دو مختصر سے حوالے کافی ہونے چاہئیں۔

مع المسلمون علی ... [illegible]

یعنی عیداضحیٰ کی قربانیوں کی مشروعیت پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ عام آئمہ فقہ کے نزدیک تو عیداضحیٰ کی قربانی ایک سنت موکدہ ہے لیکن حنفی اماموں کا یہ فتویٰ ہے کہ وہ محض سنت نہیں بلکہ واجب ہے اور بہر صورت اس کی شرط یہ ہے کہ انسان مالی لحاظ سے اس کی طاقت رکھتا ہو۔“

اور ترمذی کے حاشیہ پر لکھا ہے کہ:-

اختلفوا ان الاضحیۃ واجبۃ او سنۃ فمذھب ابوحنفیۃ و صاحباہ انھا واجبۃ علیٰ کل حر مسلم مقیم موسر وعند الشافعی سنۃ موکدۃ وھو المشھور فی مذھب احمد و فی مذھب مالک انہ سنۃ واجبۃ علیٰ من استطاعھا۔[illegible]

”یعنی اس بات میں اختلاف ہوا ہے کہ عیداضحیٰ کی قربانی واجب ہے یا کہ سنت؟ امام ابوحنیفہ اور ان کے دو ساتھیوں (امام ابو یوسف اور امام محمد) کا مذہب یہ ہے کہ یہ آزاد مقیم صاحب استطاعت مسلمان پر قربانی واجب ہے۔ مگر امام شافعی کے نزدیک وہ واجب نہیں بلکہ سنت موکدہ ہے اور یہی مشہور مذہب امام احمد کا ہے اور

امام مالک کے نزدیک عید کی قربانی ایک ایسی سنت ہے جو واجب کی حد کو پہنچی ہوئی ہے۔بشرطیکہ مالی لحاظ سے قربانی کرنے والے کو اس کی طاقت ہو۔‘‘

ان دوحوالوں سے ظاہر ہے کہ حنفی اماموں کے نزدیک (اور مغربی پاکستان میں قریباً پچانوے فی صدی مسلمان حنفی اصحاب ہی ہیں) عیداضحیٰ کی قربانی ہر طاقت رکھنے والے مسلمان پر واجب ہے اور قریباً یہی مذہب امام مالک کا ہے مگر دوسرے دو اماموں کے نزدیک وہ واجب تو نہیں مگر سنت موکد ضرور ہے یعنی وہ ایسی سنت ہے جس کے متعلق شارع علیہ السلام نے اپنے قول وفعل کے ذریعہ خاص تاکید فرمائی ہے۔پس اس سے زیادہ مجھے اس مسئلہ میں فقہی لحاظ سے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں وحسبک ما قال اللّٰہ و الرسول والاجدم انه هو القول المقبول۔

(مطبوعہ الفضل ۱۸/اگست ۱۹۵۰ء)

# عیدالاضحی کی قربانیاں

## کیا غیر حاجیوں کے لئے بھی قربانی ضروری ہے؟

## کیا قربانی کی جگہ غرباء میں نقد روپیہ تقسیم کر دینا جائز نہیں؟

اس سوال کا جواب پہلی قسط میں گزر چکا ہے کہ کیا عید الاضحی کے موقعہ پر قربانی صرف حاجیوں کے لئے مقرر ہے یا کہ اسے طاقت رکھنے والے غیر حاجیوں کے لئے بھی ضروری قرار دیا گیا ہے۔ اب میں اس بحث کے دوسرے سوال کو لیتا ہوں یعنی یہ کہ اگر عید الاضحیٰ کے موقعہ پر غیر حاجیوں کی قربانی کا ثبوت ملتا بھی ہو تو پھر بھی کیا موجودہ زمانہ کے حالات کے لحاظ سے یہ مناسب نہیں کہ جانور قربان کر کے ضائع کرنے کی بجائے غریبوں میں نقد روپیہ تقسیم کر دیا جائے جو کئی قسم کی ضرورتوں میں ان کے کام آ سکتا ہے؟ سو اس کے متعلق اصولی طور پر تو صرف اس قدر جاننا کافی ہے کہ نقد روپے کی صورت میں غریبوں کی امداد کرنا موجودہ زمانہ کی ایجاد نہیں ہے بلکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی اس کا طریق موجود اور معلوم تھا اور خود قرآن شریف میں بھی جا بجا اس قسم کی امداد کی تحریک پائی جاتی ہے تو جب یہ طریق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی موجود تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کئی موقعوں پر استعمال بھی فرمایا تو ہر عقل مند انسان آسانی کے ساتھ سمجھ سکتا ہے کہ جب شارع علیہ السلام بلکہ خود ذات باری تعالیٰ نے عید اضحیٰ کے موقعہ پر نقد روپے یا غلّہ (جو آسانی سے نقدی میں منتقل کیا جا سکتا ہے) کی تقسیم کی بجائے قربانی کا نظام قائم کر کے قربانیوں کی تاکید فرمائی۔ حالانکہ ان کے سامنے نقد روپے اور غلّہ وغیرہ کی تقسیم کا طریق موجود تھا تو لامحالہ اس طریق کے اختیار کرنے میں کوئی خاص مصلحت سمجھی جائے گی ورنہ ایک زیادہ معروف اور زیادہ سہل طریق کو چھوڑ کر قربانی کا طریق کیوں اختیار کیا جاتا؟ پس یہ فرق اور یہ امتیاز ہی اس بات کی دلیل ہے کہ قربانی کا نظام مقرر کرنے میں خدا اور اس کے رسول کے سامنے کوئی خاص غرض مدنظر تھی اور پھر یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ خدا کے سامنے صرف زمانہ کے حالات تھے اور اسے موجودہ زمانہ کے حالات پر اطلاع نہیں تھی کیونکہ خدا عالم الغیب ہے اور یقیناً کسی زمانہ کا کوئی امر اس سے

پوشیدہ نہیں سمجھا جا سکتا۔ یہ استدلال اور بھی زیادہ مضبوط ہو جاتا ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی دوسری عید یعنی عید الفطر کے موقعہ پر فطرانہ کی صورت میں غلہ یا نقد روپے کی تقسیم کا نظام قائم فرمایا ہے تو جب آپ عید الفطر کے موقعہ پر غلّہ یا نقدی کا نظام جاری فرما سکتے تھے تو آپ کے لئے اس بات میں کیا روک تھی کہ عید الاضحیٰ کے موقعہ پر بھی یہی نظام جاری فرما دیتے؟ پس دونوں عیدوں کے انفاق کے طریق میں ایک بیّن اور نمایاں فرق قائم کرنا اس بات کی قطعی اور یقینی دلیل ہے۔ کہ خواہ ہمیں سمجھ آئے یا نہ آئے یہ امتیاز بہر حال کسی خاص مصلحت کی بناء پر قائم کیا گیا ہے۔ وھو المراد فافھم و تدبر و لا تکن من الممترین

یہ تو اس سوال کا ایک اصولی جواب تھا۔ حقیقی جواب یہ ہے کہ ہماری شریعت جو ایک دائمی اور عالمگیر شریعت ہے اور حکیم و علیم ہستی کی طرف سے آئی ہے۔ فطرت انسانی کے سارے پہلوؤں کی تربیت کو ملحوظ رکھتی ہے اور گو تربیت انسانی کے بیسیوں پہلو ہیں مگر فطرت انسانی اور شریعت کے بغور مطالعہ سے پتہ لگتا ہے کہ تربیت کے مختلف پہلوؤں میں سے شریعت نے دو پہلوؤں کو زیادہ اہمیت دی ہے اور یہ دو پہلو مال اور جان کی قربانی سے تعلق رکھتے ہیں کیونکہ یہ دو پہلو حقیقۃً ایک جڑھ کے حکم میں ہیں۔ جس سے آگے دوسری شاخیں پھوٹتی ہیں۔ روحانی اور اخلاقی تربیت کے ان دو پہلوؤں کے متعلق قرآن شریف فرماتا ہے:

> إِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ
>
> ”یعنی خدا تعالیٰ نے مومنوں کی جانیں (النفس کے لفظ میں اپنی جان اور اپنے متعلقین کی جانیں ہر دو شامل ہیں) اور ان کے مال اس شرط کے ساتھ خرید لئے ہیں کہ وہ انہیں اس کے بدلہ میں جنت عطا کرے گا۔“

اور دوسری جگہ فرماتا ہے کہ:

> فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً ؕ
>
> ”یعنی خدا تعالیٰ نے ان لوگوں کو جو اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ذریعہ خدا کے راستہ میں کوشش کرتے رہتے ہیں ان لوگوں پر بھاری درجہ عطا کیا ہے جو (صرف ذاتی نماز روزہ میں مصروف رہ کر) بیٹھے رہتے ہیں۔

پس مال اور جان کی قربانی اور ان قربانیوں کے لئے مومنوں کی تربیت کا انتظام اسلامی تعلیمات کا ایک اہم ترین حصہ ہے اور حق یہ ہے کہ یہ وہ وسیع میدان ہیں جس میں اسلام کی تمام قربانیاں مختلف صورتوں میں چکر لگاتی ہیں اور اسلام کے بیشتر احکام انہی دو قسم کی قربانیوں کی تربیت کے لئے نازل

کئے گئے ہیں کیونکہ یہ دونوں قربانیاں فطرت انسانی کے لئے بنیادی چیزیں ہیں۔ اگر اسلام صرف مال کی قربانی پر زور دیتا یا اگر وہ صرف جان کی قربانی پر زور دیتا تو اس ادھورے پروگرام کے ماتحت تربیت پانے والے لوگ یقیناً ایسے ہوتے کہ ان کا آدھا دھڑ تو تندرست اور تروتازہ ہوتا اور باقی آدھا دھڑ کمزور اور لاغر ہونے کی وجہ سے نیم مردہ نظر آتا اور یہ لوگ قومی امتحانوں کے زمانہ میں یقیناً کچے دھاگوں سے بہتر ثابت نہ ہوتے۔ پس اسلام نے کمال حکمت سے ان دونوں قسم کی تربیت کو اہمیت دے کر ان کی طرف یکساں توجہ دی ہے۔ اس نے مسلمانوں سے مالی قربانی بھی کرائی ہے اور جانی قربانی کی تربیت کے لئے بھی مناسب احکام صادر کئے ہیں۔ اور اسی مضمون کی طرف اوپر کی آیتوں میں اشارہ کیا گیا ہے تاکہ یہ بتایا جائے کہ حقیقی جنت انسان کو صرف اس صورت میں مل سکتی ہے (خواہ وہ دنیا کی جنت ہو یا دین کی جنت) کہ جب وہ مالی اور جانی دونوں قسم کی قربانی پیش کرے اور قوموں کی ترقی کا بھی اس دوہری قربانی کے سوا کوئی اور ذریعہ نہیں۔ انہیں لازماً جانی اور مالی ہر دو قسم کی قربانیوں کی بھٹی میں سے گزرنا پڑتا ہے۔ تب جا کر ان کا پودا پروان چڑھتا ہے۔ پس اسلام نے جو عید الاضحی کے موقعہ پر جانوروں کی قربانی مقرر فرمائی ہے۔ اس میں یہی گہری غرض مدنظر ہے کہ تا اس ذریعہ سے مسلمانوں کو جانی قربانی کی طرف توجہ دلائی جائے اور یہ غرض عید الاضحی کی قربانی سے ہمیں اس طرح حاصل ہوتی ہے۔

(اوّل) اس طرح کہ اس قربانی کے ذریعہ حضرت اسمٰعیل کی قربانی کی یاد زندہ ہوتی اور تازہ رہتی ہے۔ جنہوں نے اپنا جسم اور اپنی روح دونو خدا کی راہ میں قربان کر دیئے اور پھر اس قربانی کے نتیجہ میں خدا نے محمد رسول اللہ صلعم جیسا مبارک ثمر پیدا کیا۔

(دوم) اس طرح کہ مسلمانوں کو اس ذریعہ سے توجہ دلائی جائے کہ جس طرح یہ بھیڑیں اور یہ بکریاں اور یہ اونٹ اور یہ گائیں جو انسانوں کی ملکیت ہیں اور ان کی جانیں انسان کے فائدہ کی خاطر قربان ہوتی ہیں۔ اسی طرح انسان کو بھی جو اشرف المخلوقات ہے چاہئیے کہ وہ بھی ضرورت کے وقت اپنی قوم اور اپنے دین اور اپنے خالق و مالک خدا کی خاطر قربان ہونے کے لئے تیار رہے اور وقت آنے پر کچا دھاگہ ثابت ہونے کی بجائے لبیک لبیک کہتا ہوا آگے آجائے۔

(سوم) اس طرح کہ جانوروں کے ذبح ہونے کا نظارہ دکھا کر مسلمانوں کے دلوں میں سے خوف اور دہشت کے ان دقیق جذبات کا استیصال کیا جائے جو اکثر گوشت نہ کھانے والی قوموں کے اندر پیدا ہو کر ان کی کمزوری کا موجب بن جاتے ہیں اور اسی لئے اسلام نے اس بات کی تحریک کی ہے کہ حتی الوسع قربانی کرنے والا خود اپنے ہاتھ سے قربانی کرے اور کم از کم کسی خاص مجبوری کے سوا اپنے

سامنے قربانی کرائے۔ چنانچہ کتاب الفقہ میں امام ابوحنیفہ کا مذہب ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے کہ:-

ان یذبح بیدہ ان کان یعرف الذبح والا شھدھا بنفسہ ویامر غیرھا [۴۹]

''یعنی قربانی کرنے والے کو چاہئے کہ اگر وہ ذبح کرنا جانتا ہے تو خود اپنے ہاتھ سے ذبح کرے ورنہ دوسرے سے ذبح کراتے ہوئے قربانی کے وقت خود موجود ہو۔''

یہ وہ عظیم الشان سبق ہیں جو قربانیوں کے حکم میں مسلمانوں کو سکھائے گئے ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ آج کل کے بعض نوتعلیم یافتہ لوگ جو اسرار شریعت سے بالکل ناواقف ہیں اور ہر چیز کو مادی عینک کی نظر سے دیکھنا چاہتے ہیں قربانیوں کی حکمت اور ان کی غرض و غایت کو سمجھنے کے بغیر شور مچا رہے ہیں کہ ان قربانیوں کو مٹا کر ان کی جگہ نقد امداد کا نظام قائم کر دیا جائے۔ گویا ان کے خیال میں اسلام میں مال کی قربانی کا نظام تو قائم رہے مگر جان کی قربانی کا جذبہ ختم کر دیا جائے اور شریعت کے آدھے دھڑ کو مفلوج کر کے انسان کی اخلاقی اور روحانی تربیت کا شیرازہ اس طرح بکھیر دیا جائے کہ اسے پھر مجتمع ہونے کی طاقت نہ رہے۔ اس حالت پر اس کے سوا کیا عرض کیا جائے کہ:

گر ہمیں مکتب و ہمیں ملّا
کار طفلاں تمام خواہد شد

ایک اور جواب اس سوال کا یہ بھی ہے کہ جب ہمارا یہ ایمان ہے کہ اسلامی شریعت ہمارے علیم و حکیم خدا کی نازل کردہ ہے جو ہر قسم کی انسانی ضرورتوں اور ان ضرورتوں کے پورا کرنے کے مناسب طریقوں کو سب سے بہتر جانتا ہے اور ہمارا یہ بھی ایمان ہے کہ اسلام کی شریعت دائمی اور غیر مبدل ہے تو اس صورت میں ہمارا کیا حق ہے کہ ہم اس کے حکموں میں اپنے خیال سے تبدیلیاں کرتے پھریں اور اس طرح شریعت کو نعوذ باللہ انسانوں کے تخیل کا کھلونہ بنا دیں۔ بے شک جہاں خود شریعت حالات کی رعایت ملحوظ رکھتی ہو وہاں یہ رعایت ضرور مدنظر رکھی جائے گی۔ مثلاً شریعت نے نماز سے پہلے وضو کا حکم دیا ہے مگر ساتھ ہی فرمایا دیا ہے کہ اگر پانی نہ ملے یا وضو کرنے سے بیمار ہو جانے کا ڈر ہو تو وضو کو ترک کر کے تیمم کر لو۔ اسی طرح مثلاً شریعت نے کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے مگر ساتھ ہی یہ رعایت رکھ دی ہے کہ اگر بیمار ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھ لو یا شریعت نے رمضان کے روزے فرض کئے ہیں لیکن اس حکم کے ساتھ یہ بھی صراحت کر دی ہے کہ اگر تم بیمار ہو یا سفر پر ہو تو رمضان کے روزے ترک کر کے دوسرے دنوں میں گنتی پوری کر لو وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب صورتیں بالکل جائز اور ہمارے دین متین کا حصہ ہیں مگر کوئی شخص یہ ثابت نہیں کر سکتا کہ شریعت نے عید اضحیٰ کی قربانی کے معاملہ میں بھی اس قسم کی کوئی رعائت دی ہو۔ پس جب شریعت نے یہ رعائت نہیں دی اور شریعت دائمی اور ابدی ہے تو کسی شخص کو کیا حق پہنچتا

ہے کہ اپنی طرف سے شریعت کے احکام میں دخل دے کر کوئی نیا رستہ تجویز کرے۔

مگر جیسا کہ میں اوپر بیان کر چکا ہوں ایک رعائت اسلام نے قربانیوں کے معاملہ میں بھی ضروری ہے اور یہ رعائت لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا (خدا انسان پر صرف اسی قدر ذمہ داری ڈالتا ہے جو اس کی طاقت کے اندر رہو) کے سنہری اصول کے ماتحت دی گئی ہے اس رعائت کا مقصد یہ ہے کہ صرف وہی لوگ قربانی کریں جن کی مالی حالت اس کی اجازت دے۔ غیر مستطیع لوگوں پر جو قربانی کی طاقت نہیں رکھتے یہ بوجھ کسی صورت میں نہیں ڈالا گیا اور قربانی کے گوشت کے بہتر سے بہتر استعمال کے لئے یہ حکم دیا گیا ہے کہ خود بھی کھاؤ اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کو بھی دو، اپنے ہمسایوں کو بھی ہدیہ بھجواؤ اور اپنے محلّہ کے غریب اور مفلس لوگوں میں بھی تقسیم کرو تا کہ جانی قربانی کے سبق کے علاوہ اس عید کی خوشی میں جس طرح تمہاری روحیں حصہ لیتی ہیں اسی طرح تمہارے جسم بھی حصہ لیں اور تمہارے عزیز اور اقارب اور غریب ہمسائے بھی۔ اور عبادت کے اجر میں جسم کا حصہ اس لئے رکھا گیا ہے کہ جب عبادت اور خدمت دین کے کام میں جسم اور روح دونو پر بوجھ پڑتا ہے تو یہ خدائے رحیم وحکیم کی رحمت سے بعید ہے کہ وہ عبادت کی ادائیگی میں تو جسم اور روح دونو پر بوجھ ڈالے مگر اس کے اجر میں جسم کو محروم کر دے یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جہاں عیدوں کے روحانی پہلو پر زور دیا ہے وہاں آپؐ نے یہ حکیمانہ الفاظ بھی فرمائے ہیں کہ:

> ایام التشریق ایام اکلٍ و شرب و ذکر اللّٰہ۔
>
> ’’یعنی اے مسلمانو عید کے ایام میں اپنے جسموں کا بھی حق ادا کیا کرو اور انہیں دوسرے ایام کی نسبت زیادہ بہتر اور زیادہ سیر کن کھانا دو کیونکہ ذکر الٰہی کے ساتھ ساتھ یہ دن تمہارے کھانے پینے کے بھی دن ہیں‘‘

اللہ اللہ ہمارا آقا کتنا شفیق ومہربان ہے کہ اس نے انسانی اعمال کا بدلہ دیتے ہوئے اس کے ذاتی جسم کے حق کو بھی فراموش نہیں کیا اور کس دانشمندی کے ساتھ فرمایا ہے کہ جہاں تم عید کے دن نمازیں پڑھو دعائیں کرو اور ذکر الٰہی میں وقت گزارو وہاں اپنے جسموں کو بھی ان خاص ایام میں خاص کھانا دے کر زیادہ راحت پہنچاؤ کیونکہ وہ بھی تمہاری دینی خدمت میں تمہاری روحوں کے مددگار رہے ہیں اور ان کا حق کسی صورت میں نظر انداز نہیں ہونا چاہئے اور پھر صرف خود ہی نہ کھاؤ بلکہ اپنے غریب بھائیوں کو بھی دو تا یہ نہ ہو کہ تمہارے گھر میں تو گوشت کی دیگیں چڑھیں اور تمہارے غریب ہمسائے ایک لقمہ اور ایک بوٹی تک کو ترسیں۔

یہ مضمون میرے اندازہ سے زیادہ لمبا ہو گیا ہے مگر اسے ختم کرنے سے قبل ایک آخری سوال کا

جواب دینا ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ آج کل عید الاضحیٰ کی قربانی کے خلاف آواز اٹھانے والوں کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ پاکستان بننے کے بعد ملک میں گوشت کھانے والوں کی کثرت اور گوشت کے جانوروں کی نسبتاً قلت ہوگئی ہے۔ اس لئے ملک کے اقتصادی نظام کے ماتحت جانوروں کو بے دریغ ذبح کرنے سے بچانا ضروری ہے ورنہ خطرہ ہے کہ کل کو نہ صرف گوشت کا قحط بلکہ زمیندارہ استعمال کے جانوروں کی قلت بھی ملک کی خوراک کے سوال کو نازک صورت نہ دے دے۔ یہ سوال بظاہر اہم اور قابل غور نظر آتا ہے کیونکہ اس میں شبہ نہیں کہ ایک تو ملکی تقسیم کے فسادات کے دوران میں بعض جانور ضائع گئے اور دوسرے مغربی پاکستان میں خالص مسلمان آبادی کے بڑھ جانے سے گوشت کا خرچ بھی لازماً پہلے کی نسبت زیادہ ہوگیا ہے۔ اس لئے ایک حد تک جانوروں کی قلت کا اندیشہ سمجھا جا سکتا ہے لیکن اگر غور کیا جائے تو یہ اندیشہ اتنا حقیقی نہیں کہ قطع نظر دینی مسئلہ کے اس کی وجہ سے قربانیوں کو روکنے کا خیال پیدا ہو کیونکہ اول تو اگر غور سے دیکھا جائے تو قربانی کرنے والے لوگ غالباً ساری آبادی کے لحاظ سے ایک فی صدی سے بھی کم ہوتے ہیں۔ مثلاً لاہور جو پاکستان کا سب سے بڑا شہر ہے اور غالباً وہ ہے بھی خاصہ متموّل شہر اس کی آبادی پندرہ لاکھ بتائی جاتی ہے۔ اب اگر اس میں اس کے تموّل کے لحاظ سے دو فی صدی قربانی ہو تو یہ تیس ہزار جانور بنتا ہے مگر میں نہیں سمجھتا کہ لاہور میں اتنے جانوروں کی قربانی ہوتی ہو۔ تو اگر لاہور کا یہ حال ہے تو یقیناً ملکی اوسط ایک فی صدی سے بھی نیچے رہتی ہوگی کیونکہ دیہات میں عموماً بہت ہی کم قربانی ہوتی ہے اور چھوٹے شہروں میں بھی قربانی کی طاقت رکھنے والا طبقہ یقیناً زیادہ نہیں ہوتا۔ اور بعض احادیث میں یہ بھی اشارہ ملتا ہے کہ اگر ایک گھر میں ایک سے زیادہ قربانی کرنے والے افراد موجود ہوں تو باوجود مستطیع افراد کی تعداد زیادہ ہونے کے سارے گھر کی طرف سے صرف ایک قربانی کافی ہو جاتی ہے (نسائی) اور اکثر فقہاء نے سنۃ عین کے الفاظ میں ایک گھر کو بلکہ بعض نے تو ایک خاندان کو ایک ہی یونٹ قرار دیا ہے (کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعۃ) اس کے علاوہ یہ بھی ظاہر ہے کہ قربانی کے ایام میں جانوروں کو عام تجارتی رنگ میں ذبح کرنے کا سلسلہ رک جاتا ہے اور گوشت کی دوکانیں عملاً بند ہو جاتی ہیں کیونکہ گوشت کھانے والا طبقہ یا تو خود قربانی کر کے اپنے لئے گوشت مہیا کر لیتا ہے اور یا اسے اس کے عزیزوں اور دوستوں اور ہمسائیوں کی طرف سے گوشت کا ہدیہ پہنچ جاتا ہے۔ پس اگر ایک طرف عید کے ایام میں قربانی زیادہ ہوتی ہے تو دوسری طرف عام جانوروں کے ذبح کا سلسلہ کم بھی ہو جاتا ہے اور اس طرح یہ فرق زیادہ نہیں رہتا۔

پھر قربانی کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جانوروں کے انتخاب کے واسطے بھی کچھ شرطیں

مقرر فرمائی ہیں۔مثلاً یہ کہ وہ اس اس عمر سے کم عمر کا نہ ہو اور یہ کہ دودھ دینے والا جانور ذبح نہ کیا جائے۔ چنانچہ جب ایک دفعہ ایک صحابی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے ایک دودھ دینے والی بکری ذبح کرنی چاہی تو آپ نے فرمایا ایاک و الحلوب یعنی دیکھنا دودھ والا جانور ذبح نہ کرنا' اسی طرح شریعت نے گائے اور اونٹ کی قربانی میں سات آدمیوں کی شرکت جائز رکھی ہے تا کہ جانوروں کا بلا وجہ ضیاع نہ ہو۔ پس جب شریعت نے خود کمال حکمت سے مناسب شرطیں اور ضروری حد بندیاں لگا رکھی ہیں اور ان حد بندیوں کی وجہ سے جانوروں کا بے دریغ اتلاف ممکن نہیں رہتا تو خواہ مخواہ شریعت کے ایک حکیمانہ حکم میں جو فردی اور قومی تربیت کے لئے ضروری ہے روک پیدا کر کے بے دینی کا داغ مول لینا کہاں کی عقلمندی ہے؟ پھر طبی سائنس کی رو سے یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ایک نر جانور بہت سی مادہ جانوروں میں نسل کشی کا سلسلہ قائم رکھنے کے لئے کافی ہوتا ہے۔ پس اگر دودھ والے مادہ جانور محفوظ رہیں اور نر جانوروں میں اتنی کمی نہ آئے جو نسل کی ترقی کو مخدوش کر دے تو حقیقتہً کوئی خطرہ باقی نہیں رہتا اور زمیندارہ کام میں استعمال ہونے والے جانوروں کو تو ویسے بھی کوئی شخص ذبح نہیں کرتا اور نہ زمیندار اس گھاٹے کے سودے کے لئے تیار ہوتے ہیں۔ پس جس جہت سے بھی دیکھا جائے یہ خطرہ ایک خیالی خطرہ سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتا۔ بایں ہمہ اگر حکومت ضروری خیال کرے تو اسے یہ انتظامی حق حاصل ہے کہ قربانیوں کے معاملہ میں دخل دینے کے بغیر بعض خاص قسم کے کارآمد جانوروں کے ذبح کرنے کو ملکی مفاد کے ماتحت روک دے۔

اسی طرح پاکستان کی حکومت دوسرے ملکوں کی بیدار مغز حکومتوں کی طرح جانوروں کی نسلی افزائش کے واسطے بھی کئی قسم کی مفید تدابیر اختیار کر سکتی ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ یورپ اور امریکہ کے عیسائی ممالک میں ایک طرف سرد آب وہوا اور دوسری طرف افراد کے نسبتی تمول کی وجہ سے بہت زیادہ جانور ذبح کئے جاتے اور بہت زیادہ گوشت کھایا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ اگر فی کس گوشت کی نسبت نکالی جائے تو یہ خیال کرنا بعید از قیاس نہ ہوگا کہ یورپ و امریکہ کا آدمی پاکستان کے آدمی کی نسبت غالباً تین چار گنا زیادہ گوشت کھاتا ہے لیکن باوجود اس کے وہاں جانوروں کے قحط کا کوئی خاص خطرہ محسوس نہیں کیا گیا جس کی وجہ یہی ہے کہ وہاں ایک طرف جانوروں کو موٹا کرنے اور دوسری طرف ان کی نسل کو بڑھانے اور تیسری طرف ان کی بیماریوں کو کم کرنے کی خاص تدابیر پر عمل کیا جاتا ہے لیکن اس کے مقابل پر یہاں اکثر لوگوں کو شریعت کے احکام میں دخل دینے کے سوا کوئی تدبیر نہیں سوجھتی اور بدانتظامی کے نقص کو دور کرنے کا علاج صرف یہی نظر آتا ہے کہ شرعی قربانی کو روک کر جانوروں کو محفوظ کر لیا جائے۔!! یہ ایک بہت افسوس کا مقام ہے جس کی طرف ارباب حل وعقد کو

فوری توجہ دینی چاہئے ورنہ بے دینی بھی پیدا ہوگی اور غلط علاج کی وجہ سے اقتصادی نظام بھی تباہ ہو جائے گا۔

خلاصہ کلام یہ کہ:

(۱) عید الاضحی کا نام خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا رکھا ہوا ہے جو اسے اسلام کی دوسری عید یعنی عید الفطر سے ممتاز کرتا ہے اور اس کا یہ نام ہی (جو بد قسمتی سے آج کل غلطی سے عید الضحی مشہور ہو گیا ہے) اس عید کی غرض و غایت ثابت کرنے کے لئے کافی ہے کیونکہ عید الاضحیٰ کے معنی قربانیوں کی عید کے ہیں اور یہ عید حضرت اسماعیلؑ کے جسم اور روح کی قربانی کی یاد میں مقرر کی گئی ہے جس کے نتیجہ میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا کامل و مکمل وجود پیدا ہوا۔

(۲) قرآن شریف نے فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ کا حکم نازل کر کے اور اس کے ساتھ فَإِنْ أُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۚ کا ارشاد شامل کر کے اسلام میں قربانیوں کی بنیاد قائم فرمائی ہے۔

(۳) حدیث میں اس بات کا واضح اور قطعی ثبوت ملتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عید الاضحی کا حکم نازل ہونے کے بعد ہمیشہ عید کے موقعہ پر قربانی فرمائی اور اس کی تاکید کی اور اسے بڑے ثواب کا موجب ٹھہرایا بلکہ یہاں تک فرمایا کہ جو مسلمان قربانی کی طاقت رکھتے ہوئے قربانی نہیں کرتا خواہ سارے گھر کی طرف سے ایک ہی قربانی ہو اس کا کیا کام ہے کہ ہماری عیدگاہ میں آ کر نماز میں شامل ہو؟

(۴) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کے ماتحت مستطیع صحابہ نے بھی ہمیشہ عید الاضحیٰ کے موقعہ پر قربانی کی اور اسے ایک مقدس سنت اور موجب ثواب نیکی شمار کیا۔

(۵) عید الاضحیٰ کی قربانیوں کی مشروعیت پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے۔ فقہ کے اماموں میں سے حضرت امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ اور ان کے دونوں ساتھی عید الاضحیٰ کی قربانی کو طاقت رکھنے والے مسلمانوں کے لئے واجب قرار دیتے تھے اور قریباً یہی مذہب امام مالک رحمتہ اللہ علیہ کا ہے جو اسے سنت واجبہ شمار کرتے ہیں اور باقی دو اماموں نے اسے سنت موکدہ قرار دیا ہے۔ گو بہر حال سب کے نزدیک طاقت اور قدرت کا ہونا ضروری شرط ہے۔

(۶) یہ خیال کہ کیوں نہ قربانی کی جگہ نقد امداد کا انتظام جاری کر دیا جائے ایک باطل اور ملحدانہ خیال ہے۔ کیونکہ

(الف) اس سے شریعت میں جو خدا اور رسول کی قائم کردہ ہے ناجائز دخل اندازی کا رنگ پیدا ہوتا ہے اور

(ب) اس سے وہ حکیمانہ غرض و غایت فوت ہو جاتی ہے جو قربانیوں کے نظام میں ملحوظ رکھی گئی

ہے یعنی مسلمانوں کے اندر جانی قربانی کی روایات کو زندہ رکھنا اور اس کی تربیت دینا۔

(۷) یہ اندیشہ بالکل موہوم ہے کہ عید الاضحیٰ کی قربانیوں سے ملک کے جانور اتنے کم ہو جائیں گے کہ خوراک کی قلت کا اندیشہ پیدا ہو جائے گا اگر چودہ سو سال میں کسی ملک میں یہ خطرہ پیدا نہیں ہوا تو پاکستان میں کیوں پیدا ہو گا؟ خصوصاً جب کہ قربانی کرنے والا طبقہ ملکی آبادی کا ایک بہت ہی قلیل حصہ ہوتا ہے اور پھر شریعت نے خود بھی قربانی کے لئے مناسب حد بندیاں مقرر کر رکھی ہیں۔ علاوہ ازیں اگر حکومت جانوروں کی نسلی افزائش اور ان کی بیماریوں کے انسداد کے لئے ضروری تدابیر اختیار کرے تو جانوروں کی قلت کا کوئی دور کا امکان بھی نہیں رہتا۔

میں سمجھتا ہوں کہ میں نے اس مسئلہ کے سارے ضروری پہلوؤں پر جو اس وقت زیر بحث ہیں اصولی روشنی ڈال دی ہے مگر اصل بات یہ ہے کہ مسلمانوں کے دلوں میں دین کے لئے رغبت اور دینی باتوں کے لئے احترام کا جذبہ اور احکام شریعت کے سیکھنے کا شوق پیدا ہو کیونکہ اس کے بغیر موجودہ زمانہ کے مادی رجحانات کا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا اور جب تک دل بیمار ہے جراح کا علاج کوئی مفید نتیجہ پیدا نہیں کر سکتا۔ ہمارے آقا صلے اللہ علیہ وسلم نے کیا خوب فرمایا ہے کہ:

ان فی جسد الانسان مضغة اذا فسد فسد الجسد کله و اذا صلح صلح الجسد کله الا و ھی قلب۔[۲۲]

''یعنی انسان کے جسم میں ایک گوشت کا ٹکڑا ایسا ہے کہ اگر وہ خراب ہو جائے تو تمام جسم خراب ہو جاتا ہے اور اگر وہ ٹھیک ہو تو تمام جسم ٹھیک ہو جاتا ہے اور اے مسلمانو کان کھول کر سن لو کہ وہ دل ہے۔''

پس ضرورت دل کے ٹھیک ہونے کی ہے کیونکہ گو خیالات اور اعمال کا آلہ دماغ اور اعضاء ہیں مگر تقویٰ کا مرکز دل ہے اور تقویٰ اس بیج اور جڑھ کا نام ہے جس سے تمام نیک خیالات اور نیک اعمال کا درخت پیدا ہوتا ہے۔ ہمارے سلسلہ کے مقدس بانی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کیا خوب کہا ہے کہ:

ہر اک نیکی کی جڑھ یہ اتقاء ہے
اگر یہ جڑھ رہی سب کچھ رہا ہے

پس اب میں اپنے ناظرین سے اجازت چاہتا ہوں۔

واخر دعونا ان الحمد للہ رب العالمین۔

(مطبوعہ الفضل ۱۹/ اگست ۱۹۵۰ء)

# عید الاضحیٰ والے مضمون کا تتمہ

## قربانی کا گوشت سکھا کر ذخیرہ بھی کیا جا سکتا ہے

عید الاضحیٰ کی قربانی کے متعلق میرا مضمون دو قسطوں میں مکمل ہو کر شائع ہو چکا ہے۔ اس مضمون میں میں نے ثابت کیا تھا کہ یہ خطرہ کہ عید کی قربانیوں سے ملک میں جانوروں کا قحط ہو جائے گا ایک بالکل موہوم اور خیالی خطرہ ہے کیونکہ اسلام نے قربانیوں کے تعلق میں بعض ایسی حکیمانہ شرطیں لگا دی ہیں کہ انہیں ملحوظ رکھتے ہوئے یہ خطرہ حقیقۃً کبھی پیدا ہوہی نہیں سکتا کیونکہ (۱) قربانی صرف مستطیع لوگوں کے لئے مقرر کی گئی ہے نہ کہ سب کے لئے اور (۲) اگر ایک گھر میں ایک سے زیادہ مستطیع لوگ موجود ہوں تو اس صورت میں صرف ایک شخص کی طرف سے ہی قربانی کافی ہو جاتی ہے۔ (۳) کم عمر جانوروں کی قربانی جائز نہیں رکھی گئی تا کہ نسل کی قلت کا خطرہ نہ پیدا ہو اور (۴) دودھ دینے والے جانوروں کی قربانی بھی درست نہیں سمجھی گئی۔ اور (۵) گائے یا بھینس یا اونٹ میں سات آدمیوں کی شرکت جائز قرار دی گئی ہے تا کہ خواہ مخواہ ضیاع کی صورت نہ پیدا ہو وغیرہ وغیرہ

اس کے علاوہ میں نے یہ بھی لکھا تھا کہ قربانی کے دنوں میں گوشت کی دوکانیں عموماً بند ہو جاتی ہیں اور تجارتی رنگ میں جانوروں کا ذبح ہونا رک جاتا ہے۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اگر ایک طرف قربانی کی وجہ سے زیادہ جانور ذبح ہوتے ہیں تو دوسری طرف عام تجارتی ذبح کا سلسلہ بند ہو جانے سے اس تعداد میں کمی بھی آجاتی ہے۔ ان ساری باتوں کا مجموعی نتیجہ یقیناً اس مزعومہ خطرہ کا مکمل انسداد کر دیتا ہے جو قربانی کی وجہ سے پیدا ہو سکتا ہے۔ اس پر یہ بات مزید ہے کہ ترقی یافتہ حکومتوں کی طرح حکومتِ پاکستان کا بھی یہ فرض ہے کہ جانوروں کی افزائش نسل اور ان کی بیماریوں کی روک تھام کے لئے ضروری تدابیر اختیار کرے۔ ان جملہ امور کے ہوتے ہوئے کون عقلمند یہ خیال کر سکتا ہے کہ عید الاضحیٰ کی قربانیاں (جو سال میں صرف ایک دفعہ آتی ہے) ملک میں جانوروں کی قلت کا موجب ہو سکتی ہیں؟

اس کے علاوہ ایک بات میرے سابقہ مضمون میں بیان ہونے سے رہ گئی تھی۔ اور وہ بھی اسلام کی حکیمانہ تدبیروں میں سے ایک اعلیٰ قسم کی تدبیر ہے جس سے قربانی کی روح کو زندہ رکھتے ہوئے

ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے گوشت کے ناواجب ضیاع کو بچایا ہے۔ یہ تدبیر قربانی کے گوشت کو ذخیرہ کرنے سے تعلق رکھتی ہے۔عربوں میں یہ عام طریق تھا جسے اسلام نے برقرار رکھا کہ اگر کسی موقعہ پر زیادہ جانور ذبح ہونے کے نتیجہ میں گوشت کی افراط ہوجاتی تھی تو وہ گوشت کو نمک وغیرہ لگا کر سکھا لیتے تھے اور پھر یہ گوشت ایک لمبے عرصہ تک خراب ہونے کے بغیر قابل استعمال رہتا تھا۔ چنانچہ اسلام نے قربانی کے گوشت کے متعلق بھی اس قسم کے ذخیرہ کرنے کی اجازت دی ہے بلکہ اس کی تحریک فرمائی ہے۔ اس طریق کو عربی زبان میں تشریق کہتے ہیں۔یعنی گوشت کے ٹکڑے کاٹ کراسے مصالحہ وغیرہ لگانے کے بعد خشک کر لینا تا کہ وہ دیر تک محفوظ رہ سکے اور اس لئے عید الاضحیٰ کے بعد کے ایام کو ایام تشریق (یعنی گوشت کو خشک کر کے ذخیرہ کرنے کے دن) کہتے ہیں چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قربانی کے گوشت کے متعلق فرماتے ہیں کہ:

کلوا واطعموا وادخروا

''یعنی اے مسلمانو عید الاضحی کی قربانیوں کا گوشت خود بھی کھاؤ اور دوسروں کو بھی کھلاؤ اور فالتو گوشت کو ذخیرہ بھی کرو''۔

اس حکیمانہ تعلیم کی روشنی میں ہمارے حنفی آئمہ کا فتویٰ ہے کہ:

یندب ان یاکل من لحم اضحیته و یدخرو یتصدق والا فضل ان یتصدق ما لثلث و یدخرا الثلث و یتخذ الثلث لا قربائه واصدقائه۔

''یعنی قربانی کے متعلق یہ بات پسندیدہ ہے کہ قربانی کرنے والا اپنی قربانی کے گوشت میں سے خود بھی کھائے اور اس میں سے آئندہ کے لئے ذخیرہ بھی کرے اور غریبوں میں تقسیم بھی کرے بلکہ افضل صورت یہ ہے کہ ایک تہائی گوشت آئندہ کے لئے سکھا کر ذخیرہ کرلیا جائے اور ایک تہائی گوشت اپنے عزیزوں اور دوستوں کے لئے رکھا جائے''

اس مدبرانہ تعلیم کے ماتحت گوشت کے ضائع جانے کا خطرہ (اگر کوئی ہو بھی تو) بالکل باطل ہو جاتا ہے اور گو عربوں میں ابتدائی طریق پر گوشت کو خشک کرنے کا رواج تھا اور یہ طریق اب بھی اختیار کیا جا سکتا ہے لیکن موجودہ زمانہ میں کولڈ سیٹ اور مشین کے ذریعہ گوشت خشک کرنے کے لئے سائنٹفک طریقے بھی ایجاد ہو گئے ہیں جسے انگریزی میں ڈی ہائیڈریشن (Dehydration) کہتے ہیں اور ان طریقوں کے ذریعہ فالتو گوشت (اگر کوئی ہو) بڑی آسانی کے ساتھ سکھا کر نہایت عمدہ

صورت میں ذخیرہ کیا جا سکتا ہے اور اس طرح قربانی کی اصل غرض و غایت بھی قائم رہتی ہے اور گوشت کے ضائع جانے کا اندیشہ بھی باقی نہیں رہتا بلکہ مسلمانوں کے لئے ایک زائد صنعت بھی نکل آتی ہے جس سے وہ تجارتی رنگ میں بھی کافی فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

الغرض اسلام نے ہر رنگ میں اپنی تعلیم کو کامل و مکمل صورت دی ہے اور حق یہ ہے کہ جب اس تعلیم پر غور کیا جائے تو ہر سچے مسلمان کا دل آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے شکر و امتنان کے جذبات سے لبریز ہو جاتا اور اس کی زبان آپ کے درود کی دعا سے گونجنے لگتی ہے کہ کس طرح اس حبیبِ خدا فخر انبیاء نے آج سے چودہ سو سال قبل ہمیں وہ تعلیم دی جس میں فطرتِ انسانی کے ہر پہلو کو زندہ رکھنے اور نسل انسانی کی ہر ضرورت کو مہیا کرنے کا بہترین سامان موجود ہے۔ اس عظیم الشان احسان کا بدلہ ہمارے پاس اس درویشانہ دعا کے سوا اور کیا ہے کہ **اللھم صل علی محمد و علیٰ الِ محمد و بارک و سلم**۔

(مطبوعہ الفضل ۳۰ ؍ اگست ۱۹۵۰ء)